قرونِ اولیٰ کی خواتین اور شعری ادب

فرحت نسیم علوی*

قوموں کے ادب میں شعر کی بہت اہمیت ہوتی ہے کیونکہ شعر احساسات کی سچی تصویر ہوتا ہے۔ عربوں کی شاعری کا چرچا بہت ہوا انہوں نے ایسا ادب تخلیق کیا جو ان کیلئے قابل فخر ہے۔ کیونکہ عرب معاشرے میں شاعر کو بہت اہمیت دی جاتی تھی اور وہ اپنے قبیلہ میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ اس صنفِ ادب میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ سابقہ ادوار میں عورتوں کو وہ مواقع میسر نہیں آئے تھے جو مردوں کے لیے تھے۔ اس لیے ان کی شاعری ایک محدود دائرے میں رہی۔ کچھ فطری حجاب اور کچھ معاشرتی پابندیاں تھیں جن کی وجہ سے کوئی بڑی شاعرہ نہ پیدا ہوسکی جو اپنے دور کے تمام شعراء پر چھا گئی ہو۔ اس کے باوجود عربی ادب میں کئی شاعرات نے خوبصورت اضافے کیے۔ خاص طور پر مرثیے میں بہت ساری خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس مقالے میں خواتین کے کم شعر کہنے کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''قرون'' قرن کی جمع ہے لسان العرب میں ابن منظور لکھتا ہے کہ ''قرن'' سے مراد ایک کے بعد دوسری امت۔ ایک رائے میں قرن کی مدت 10 سال، دوسری رائے میں 20 سال، تیسری رائے میں تیس سال ہے، اسی طرح ۶۰، ۷۰ اور ۸۰ سال کے بارے میں آراء ہیں اور یہ لوگوں کی اوسط عمر کے لحاظ سے ہے۔ قوم نوح میں قرن ان کی عمروں کے برابر ہوتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ قرن سو سال کا ہوتا ہے۔ (۱)

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ألم يروا كم أهلكنا من قبلهم من قرن مكّنّاهُم فى الأرض)۔ (۲)

سید قطب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: تم نے گذشتہ نسلوں کے انجام کو نہیں دیکھا؟ (۳)

ایک اور جگہ فرمایا: (وأنشأنا من بعدهم قرناً آخرين). (۴)

ان کی جگہ ہم نے دوسرے دور کی قوموں کو اٹھایا (۵)

پھر فرمایا: (فما بال القرون الاولى) (۶) یہاں مراد امم سابقہ ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے (ثم أنشأ نا من بعدهم قرُوناً آخرين). (۷)

یعنی دیگر قومیں۔

*لیکچرار - لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

ابوالسعود اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

مختلف زمانوں میں سے ایک زمانے کے لوگ، اور قرن کا نام ان کو اس لئے دیا گیا کہ وہ زمانے کے ایک عرصے اور مدت کے ساتھ متصل اور منسلک رہے ہیں اور زمانے کی ایک خاص مدت کو بھی قرن کہا گیا ہے۔(۸)

ابن منظور نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کا سر دھویا اور فرمایا ''عِش قَرْناً'' تو وہ سو سال زندہ رہا۔ اسی طرح ''القرن من الناس'' سے مراد ایک زمانے والے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

إِذَا ذَهَبَ الْقَرْنُ الَّذِیْ أَنْتَ فِیْهِمْ وَخُلِّفْتَ فِیْ قَرْنٍ فَأَنْتَ غَرِیْبٌ.

ابوالعباس نے حدیث والی رائے کو اختیار کیا ہے البتہ ابن الاعرابی نے ''قرن'' سے مراد زمانے کا ایک مخصوص وقت لیا ہے اور وہ ۴۰، ۸۰ اور ۱۰۰ سال مختلف آراء کے مطابق ہے۔ ازہری کے خیال میں قرن وہ زمانہ ہے جس میں کوئی نبی آیا ہو اور اس کی دلیل نبیؑ کے اس قول کو بنایا ہے:

''خیرکم قرنی (یعنی میرے صحابہ) ثم الذین یلونهم (یعنی تابعین) ثم الذین یلونهم (یعنی تبع تابعین)''۔(۹)

فیروز آبادی نے بھی حدیث کو دلیل بناتے ہوئے ۱۰۰ سال والی رائے کو ہی ترجیح دی ہے۔(۱۰)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ''اُمَّتِیْ الْقَرْنِ الَّذِیْ أنا منهم، ثم الثانی والثالث، ثم ینشأ قوم یسبق أیمانهم شهادتهم''(۱۱)

گزشتہ تمام باتوں سے ایک نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ قرن کا معنی قوم، نسل، امت، دور اور ایک زمانے میں موجود لوگ۔ اب ایک زمانے میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں نومولود، جوان اور بوڑھے۔ لہٰذا ہم شمار نومولود بچے سے کریں تو نزول قرآن کے وقت اوسط عمر 100 سال بنتی ہے اور اس طرح فیروز آبادی اور ابن منظور کی رائے زیادہ موزوں نظر آتی ہے اور ہر دور میں تینوں طبقے مل کر امت اور قوم کہلائیں گے اس لئے قرن کا مفہوم صدی زیادہ مناسب لگتا ہے۔

شاعری:

کسی بھی زبان کا ادب دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے ایک حصہ نثر اور دوسرا نظم ہوتا ہے۔ نثر میں وزن قافیہ وردیف کا خیال نہیں رکھا جاتا جبکہ نظم میں قافیہ اور وزن کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر یہ نظم اپنے معانی کی عمدگی، الفاظ کے اختیار، عبارت کی خوبصورتی، خیالات کی عمدگی وحسن اور افکار کی ندرت پر مشتمل ہو تو شعر کہلاتی ہے۔ (۱۲)

اس لئے شعر کی تعریف اس طرح کی گئی۔

وہ موزوں و مقفیٰ کلام جو طرفہ خیالات اور نادر افکار کی عکاسی کرے اور موثر و بلیغ تصویر کشی کرے، شعر کہلاتا ہے۔(۱۳)

اوّلیت شعر:

عربوں نے کب شعر کہنا شروع کیا؟ شعر ابتداء میں کس شکل کا تھا؟

یہ دو ایسے سوال ہیں جن کا یقینی جواب ہمیں کوئی مؤرخ ادب نہیں بتاتا۔ اکثر یہی کہتے ہیں کہ اس کی اولیت معلوم نہیں ہوسکی احمد حسن زیات رقمطراز ہے کہ ''اس کی اولیت کا کچھ علم نہیں ہوسکا''۔(۱۴)

اے جے آربری کہتا ہے۔

iIt is impossible to fix with any degree of certainty the date when the Arabs first began practise the art of Poetry(۱۵)

کہا جاتا ہے کہ شعر پہلے رجز تھا جو اونٹوں کے قافلے میں حُدی خوان کے جملوں کی صورت میں تھا پھر مختلف مناسبات اور لڑائی میں رجز یہ جملے کہے جاتے خصوصاً کاہن استعمال کرتے۔ اس کے بعد شعر نے ایک اور شکل اختیار کی اور وہ قطعات تھے۔ ان قطعات کو مہلہل بن ربیعہ نے قصیدہ کی شکل دی۔ لیکن اس کے باوجود رجز کی اپنی اصلی شکل برقرار رہی۔ بقول ابن سلام شعر قصائد کی صورت میں عبدالمطلب یا ہاشم بن عبد مناف کے زمانے میں آیا۔ یہ دور ہجرت سے تقریباً سوسال پہلے کا ہے۔ پہلا قصیدہ مہلہل بن ربیعہ تغلبی کا ہے جو تیس اشعار پر مشتمل ہے جو اس نے اپنے بھائی کلیب کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

أهاج قذاة عيني الاذّكار.(١٦)

چنانچہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شعر چاہے قطعات کی صورت میں ہو یا ایک شعر ہی کیوں نہ ہو جس سے مراد افکار و معانی نہیں بلکہ وہ موزوں و مقفیٰ کلام ہے جسے آج ہم شعر کہتے ہیں وہ سنہ ہجری سے دو سو سال پہلے وجود میں آیا اور یہ بھی گمان کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کیونکہ طلوع اسلام تک شعر جس پختگی اور ترقی یافتہ شکل میں پہنچا وہ مراحل اس نے چند سالوں میں طے نہیں کئے ہوں گے۔

عربوں میں شعر کی اہمیت:

اقوام سابقہ کے آداب وفنون میں شعر کی بہت قدر ومنزلت تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ شعر احساسات کی سچی تصویر اور دلی میلانات ورجحانات کی اچھی تعبیر ہوتا ہے نیز یہ افراد واقوام کے عزائم کو بروئے کار لانے کا قوی تر ذریعہ ہے۔ چنانچہ یہ تواریخ اقوام عالم اور ان کے عروج وزوال کا علم حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے محققین

اس کے ذریعے اقوام کے خیالات ومیلانات' اخلاق و عادات اور رسم ورسواج' مذاہب وعقائد' عظیم تر مقاصد اور بلند صفات معلوم کرتے ہیں۔

عرب ایک شاعر قوم ہیں جن کی فصاحت و بلاغت کا چرچا دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا اور انھوں نے ایک ایسا ادب تخلیق کیا جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے اور جو فرد ان کی تاریخ ادب کا مطالعہ کرتا ہے اسے ان کے شعراء کی کثرت حیران کر دیتی ہے بلکہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ شاید سارے عرب ہی شاعر تھے۔ تقریباً پندرہ صدیوں پر مشتمل یہ تاریخ ادب' جو شعراء کے چھوٹے بڑے قصائد' اراجیز اور قطعات سے بھری پڑی ہے اور راویانِ شعر نے اسے روایت کر کے نسل در نسل پہنچانے کا اہتمام کیا' علماء نے اس کی جمع وتدوین پر بھرپور توجہ دی اس کی تحقیق و شرح پر اپنی تمام توانائیاں صرف کیں' شعر کو محفوظ کرنے کی خاطر لمبے تھکا دینے والے سفر' صحراؤں اور سمندروں کو عبور کرنا اور قریہ قریہ' گلی گلی گھوم کر اسے سنا اور جمع کر کے اس ادبی ورثے کو دوام عطا کیا جو اقوام عالم کے کسی بھی ادب کو حاصل نہیں ہوا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسا کیونکر ہوا اور شعر کو ہی اتنی توجہ کا مستحق کیوں سمجھا گیا؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم اگر عربوں کی ادبی زندگی پر نظر ڈالیں تو احساس ہوتا ہے کہ اس وقت معاشرے میں یا تو شاعر کی اہمیت ہوتی تھی یا خطیب کی۔ اول الذکر کی قدر تو بہت زیادہ تھی کسی قبیلے میں شاعر پیدا ہوتا تو جشن برپا کیا جاتا۔ قبائل مبارکبادیں دیتے اور دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک فرد بیک وقت شاعر بھی ہوتا اور خطیب بھی۔ اس صورت میں قبیلہ کی خوشیوں کی انتہا نہ ہوتی۔

شاعر اور خطیب اپنی قوم کی زبان ہوتے جتنی قدر میڈیا کی آج اس دور میں ہے اس سے زیادہ قدر شعراء و خطباء کی اس دور میں ہوا کرتی۔ یہی اس دور کے ریڈیو ٹی وی اور اخبارات وجرائد کا کام دیتے۔ اپنے اشعار سے کارناموں' اخلاق و کردار اور اپنی عظمتوں کو دائمی بنا دیتے کہ وہ رہتی دنیا تک لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو جاتے۔

سال میں ایک دفعہ کشت وخون بند کر کے یہ لوگ میلوں ٹھیلوں میں شریک ہوتے۔ وہاں اپنی ذات اور اپنے قبیلے کی شجاعت وسخاوت کے گن گاتے۔ مہمان نوازی اور عورت' گھوڑے اونٹ وغیرہ کے وصف پر مبنی بلیغ اشعار حاضرین کے سامنے پڑھتے۔ شاعر کو ساحر کا درجہ دیتے اور شعر کو سحر اور جنوں کا کلام سمجھتے۔ یہ محض اس کی تاثیر کی وجہ سے ایسا خیال کرتے۔ چونکہ شعراء کا کلام فصاحت و بلاغت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا اس لئے جب قرآن کریم نازل ہوا تو بلاغت کی قوت کو دیکھ کر کسی نے ''سحر'' کہا اور کوئی بولا: ماھذا کلام البشر ''یہ تو انسانی کلام نہیں ہے''۔

یہ وہ سبب ہے جس کی بناء پر شاعری نے رواج پکڑا اور شعراء اپنی اس ایک خوبی کی وجہ سے قبیلے کی آنکھ کا تارا

بنے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اگر خطباء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شاعر جیسا مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوسکا۔ اس کا ذکر جاحظ نے بھی کیا ہے کہتا ہے ''جاہلی دور میں لوگوں کی ضرورت تھی کہ شعر کے ذریعے شعراء ان کے کارناموں کو محفوظ کردیں اوران کے مقام و مرتبہ کو بلند کریں اوران کے دشمنوں پران کی ہیبت طاری کریں اوران کی عددی کثرت کا مخالفین پر خوف طاری کیں اور مخالف شعراء کو ڈرائیں اسلئے شعراء خطباء پر مقدم رکھے جاتے۔(۱۷)

شعر کسی کی قدر و قیمت بڑھانے اور گھٹانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے زہیر بن ابی سلمی نے ہرم بن سنان کی تعریف میں اپنا مشہور قصیدہ کہا جب ہرم نے دو قبیلوں عبس و ذبیان میں صلح کروا کر ایک لمبے عرصے سے بھڑکی ہوئی جنگ بند کرائی تھی اور پھر ہرم بن سنان نے قسم کھائی تھی کہ زہیر اس کی تعریف کرے یا نہ کرے، کچھ مانگے یا نہ مانگے اور اسے سلام تک نہ کرے تب بھی وہ اسے دیتا رہے گا۔ حتیٰ کہ زہیر خود شرم محسوس کرنے لگا۔

حضرت عمرؓ نے ہرم کے ایک بیٹے سے فرمایا کہ مجھے زہیر کے کچھ اشعار سناؤ جو اس نے تمہارے باپ کی تعریف میں کہے تو اس نے کچھ اشعار سنائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس نے تمہاری بہت اچھی تعریف کی ہے اس نے کہا کہ ہم نے بھی تو حسن عطا سے کام لیا ہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو کچھ تم نے دیا وہ خرچ ہوگیا اور جو اس نے دیا وہ باقی ہے۔

خواتین اور شعری ادب:

جب صنف شعر وجود پذیر ہوئی تو اس کی تاثیر کو دیکھتے ہوئے جہاں مردوں نے اسے اپنایا عورتیں بھی پیچھے نہ رہیں۔ انہوں نے شعر کہے، اشعار کو تنقیدی نظر سے دیکھا اور اچھے پسندیدہ اشعار یاد کر لئے پھر وہ انہیں مختلف مناسبات میں دہراتی تھیں۔

''ابن ابی داؤد کہتا ہے کہ شاید ہی کوئی عرب ایسا ہو جس میں شعر گوئی کی صلاحیت نہ ہو ورنہ شعر تو ان کی فطرت میں رچا بسا ہوا تھا کسی نے کم کہا یا زیادہ''۔(۱۸)

اگر تو یہ بات مرد شعراء کے ضمن میں سچ مان لی جائے تو یہ عورتوں پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ فطرت تو ایک ہے اور زبان بھی ایک۔ اگر اختلاف ہے دونوں جنسوں میں تو وہ شعر کے فنون میں ممکن ہے اور فن شعر میں مہارت اور قوت وضعف اور نئے معانی و مفاہیم اور ان کی صحت میں بھی ممکن ہے لیکن الفاظ کا صحیح استعمال، ان کی فصاحت اور اوزان شعری کا صحیح ہونا، تو اس میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ عورتیں مردوں سے اس معاملے میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔

چنانچہ جہاں یہ صورتحال ہو اور شعراء کی کثرت ہو اور ہر شاعر سامع کی تلاش میں ہو تو کون ایسے عمدہ حافظے کا

مالک ہوگا جو تمام افراد کے اشعار سن کر یاد رکھے البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ اس میں سے کچھ نہ کچھ ضرور یاد ہوگا جو اس نے سنا ہے۔ چنانچہ بعض ایسے شاعر اور شاعرات ملیں گے جن کے اشعار بہت کم ہیں اور پنی قلت کے باوجود ان میں انتہائی عمدہ اشعار ملتے ہیں بعض شعراء انتہائی عمدہ اشعار کہنے کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کے مستحق ٹھہرے اور لوگوں کا رجحان ان کی طرف ہوا ان کے لئے محفلیں جمتیں۔ اسواق اور میلوں میں مقابلے ہوتے۔ کسی کو ''اشعر الشعراء'' کا لقب دیا جاتا تو کسی کو ''اشعر النساء'' کہا جاتا۔ لیکن ان میلوں اور بازاروں میں، محفلوں اور میدانوں میں عورت مرد کی طرح نہ نکلی۔ یہ مواقع صرف مردوں کو میسر آئے اس لئے تاریخ میں اس کے مقام و منزلت کے حساب سے جگہ دی گئی اور تاریخ ادب میں کوئی ایسی خاتون شاعرہ پیدا نہیں ہوئی جو اپنے دور کے تمام شعراء پر چھا گئی ہو۔ کچھ فطری حجاب۔ کچھ معاشرتی پابندیاں۔ اور پھر اسلام کا سورج طلوع ہوا اور عورت (وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ) کا مصداق بنی۔

یہ چند ایک بڑے اسباب ہیں جن کی وجہ سے شاعرات شعراء سے کم نظر آتی ہیں بلکہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں دور جاہلیت میں قبائلی نظام اور مخصوص معاشرتی حالات کی وجہ سے عربوں میں قتل و غارت کا بازار گرم رہتا جس کے نتیجے میں انتقام در انتقام کی نوبت رہتی چنانچہ عورت ہی انہیں اپنے مقتولین کے انتقام اور بدلہ لینے پر اکساتی۔ اس کی مثالیں تو بہت ہیں لیکن یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

ابو علی القالی بعض علماء قضاعہ کی روایت نقل کرتا ہے کہ بنو قضاعہ کی تین شاخیں تھیں: بنو نَاعِبُ، بنو دَاهِنُ اور بنو رِئامُ– بنو رِئَام تعداد میں بہت کم لیکن بہادر اور جنگجو تھے یہ لوگ حضر موت کے قریب سکونت پذیر تھے بنو رئام کی ایک بزرگ خاتون، جس کا نام خویلہ تھا شاعرہ تھی۔ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی البتہ اس کے چالیس بھانجے اور بھتیجے تھے بنو ناعب اور بنو داہن ان کے خلاف دل میں عداوت رکھتے تھے ایک روز بنو رئام ایک شادی میں اکٹھے تھے جب ان میں سے تیس جوان کھا پی کر آرام کی نیند سو گئے تو رات کو مذکورہ دونوں قبیلوں نے حملہ کر کے یہ تیس جوان موت کے گھاٹ اتار دیئے خویلہ جب صبح باہر نکلی تو دیکھا کہ سب ابدی نیند سلا دیئے گئے۔ تو ان کی لاشوں کے پاس کھڑی ہوئی پھر ان کی چھوٹی انگلیاں کاٹیں اور ان کی مالا بنا کر گلے میں ڈال کر نکل کھڑی ہوئی اور مرضاوی بن سعوہ المہری کے پاس گئی جو اس کا بھانجا تھا اس کے صحن میں بیٹھ کر یہ اشعار پڑھے جن میں وہ اسے انتقام پر ابھارتی ہے۔

ياخير معتمد وأمنع ملجاءٍ	وأعزَّ مُنْتَقِمٍ وأدرك طالب
جاء تک وافدةُ الثكالى تغتلي	بسوادها فوق الفضاء الناضب
عَيْرَانَةِ سُرُح اليدين شمِلَّة	عُبْرا الهواجر كالهزفّ الخاضبِ
هذى خناصر أسرتي مسرودة	في الجيد مني مثل سمط الكاعب

اس قصیدے کے آخری دو اشعار یہ ہیں۔

فابرُد غليلَ خويلة الثّكلَى التى	رميت بأثقل من صخور الثاقب

وتلاف قبل الفوت ثأري إنه	علق بثوبي داهن أو ناعب

چنانچہ وہ یہ کہتے ہوئے نکلا:

أخالتنا سرُّ النساء محرّم	علّي وتشهاد الندامى على الخمر

فإني زعيمٌ أن أروّى هامَهُم	وأظمِئى هاماً ما انسرى الليل بالفجر

اور پھر ناعب وداہن کے کئی افراد کو قتل کر کے واپس آیا۔(۱۹)

عرب خواتین جنگوں میں ساتھ جاتیں اور اپنے رجزیہ اشعار کے ذریعے اپنے مردوں کو اکساتیں تاکہ اپنے جذبہ انتقام اور بدلے کی بھڑکتی آگ کو بجھائیں۔ کسی نے کہا ہے کہ وہ خواتین بہتر اشعار کہتی ہیں جن کا کوئی قتل ہو گیا ہو اور اس مقتول کا بدلہ نہ لیا جا سکا ہو۔ اگر اس زاویہ سے دیکھا جائے تو خواتین میں سے بہترین شاعرہ خنساء ہے۔(۲۰)

لیکن یہ سب کچھ مخصوص دنوں اور مخصوص حالات میں ہوتا۔ ورنہ عورت اپنے کام کاج سے فرصت ہی نہ پاتی کہ شعر کہہ سکتی۔

شاعرات کی قلت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ شاعر تو اپنے قبیلے کی سیاسی زبان ہوتا تھا وہ دشمنوں کو اپنی تاریخ بتاتا اپنے حسب ونسب گنواتا وہ ان کے لئے اسی طرح ہوتا تھا جس طرح شکاری پرندے کے پنجے' اور وہ بھی شاعری سے وہ کام لیتا جو شیر اپنے دانتوں سے لیتا ہے۔ عورت دانتوں اور پنجوں کے لئے موزوں نہ تھی۔ عورت سیاست کی گرم بازاریوں کیلئے نہیں عورت تو زیورات میں نشوونما پاتی ہے۔ علاوہ ازیں بازار سیاست ہو یا میدان جنگ الفاظ واسالیب سختی اور طاقت وشدت کے طلبگار ہوتے ہیں جو عورت کی نسوانیت سے ہرگز میل نہیں کھاتے جبکہ عورت تو نرمی اور لطافت سے مانوس ہوتی ہے اسے سوائے مرثیہ اور غزل کے کوئی فن شعر موزوں نہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ :

عورتوں کے اشعار سے دردمندی' قدردانی اور عالی حوصلگی ٹپکتی ہے محبت وعشق کا مضمون ان میں کم پایا جاتا ہے موت وحسرت فراق بیت بیت میں موجود ہے۔ زیادہ تر مرثیہ خوانی وسینہ کوبی سے انہیں مناسبت ہے ان کی نظموں میں بیشتر مُردوں کا ذکر ہے گویا وہ گورستانوں میں رہتی ہیں اور عالم ارواح کے باشندوں کی صحبت میں اپنا وقت کاٹتی ہیں۔ زندوں کا ساتھ انہیں اتنا نہیں بھاتا جتنا مُردوں کا۔ رونا رُلانا ان کا حصہ ہے ماتم سے فرصت نہیں ملتی کہ دنیا کی خوشی کا بیان کریں۔ باغ ہستی کے گلہائے شگفتہ انہیں کم دکھائی دیتے ہیں۔ سوکھی پتیوں اور پژمردہ پھولوں پر نظر ہر وقت جمی رہتی ہے۔ دل غم سے اس قدر داغ داغ ہے کہ سویا نہیں جاتا۔ ہجوم یاس اور بار الم ایسا ہے کہ پھوٹ پھوٹ کے رویا نہیں جاتا۔ انبوہ فکر اور کثرت غم سے یہ حال ہے کہ غم دل کو کھا رہا ہے دل غم کو کھا رہا ہے

اجڑی بستیاں ملک عدم کی یاد دلاتی ہیں اور عزیزوں کی جدائی کا زخم چین نہیں لینے دیتا۔ مرثیہ میں شاعرہ پہلے اپنے حزن واندوہ کا نہایت بے تابانہ طور پر ذکر کرتی ہے اس کے بعد مرنے والوں کے محاسن خصوصاً اس کی شجاعت و سخاوت کا بیان آتا ہے پھر شاعرہ روتے روتے سوال کرتی ہے کہ اب کون دشمنوں اور بدخواہوں سے انتقام لے گا اور محتاج ومساکین کیلئے کون اپنے خوان نعمت پھیلائے گا؟

جو شواعر شعر وسخن میں یگانہ تصور کی گئی ہیں ان میں خنساء کا درجہ سب سے اول ہے شدت غم اور کثرت الم کا اظہار ایسے دل سوز اور جان گداز لفظوں میں کیا ہے کہ انہیں پڑھتے پڑھتے آنکھوں سے اشک رواں ہونے لگتے ہیں۔(۲۱)

مذکورہ سابقہ باتیں تمام کی تمام درست نہیں مانی جاسکتیں کیونکہ عورت ہر دور میں، جب سے صنف شعر وجود میں آئی، شعری ذوق رکھتی تھی جہاں تک آہ وبکاء کا تعلق ہے تو ایسی مثالوں سے تاریخ ادب بھری پڑی ہے اور مؤرخین نے غیر معروف شاعرات کے مرثیے نقل کئے ہیں چند ایک کا ذکر کافی ہوگا۔

ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ ایک بدویہ کو جس کا بیٹا وفات پا گیا تھا کہا گیا: تو نے کتنا اچھا صبر کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی وفات نے مجھے اس کے علاوہ ہر نقصان سے مطمئن کر دیا ہے اور جو مصیبت مجھ پر اس کے جانے کے بعد آئی ہے اس نے اس کے بعد مجھ پر تمام مصائب آسان کر دیئے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

من شاء بعدک فلیمتُ   فعلیک کنت أحاذرُ
کنت السواد لناظری   فعمی علیک الناظرُ
لیت المنازلَ والدیا   رَ حفائر و مقابرُ
إنی وغیری لامحا   لة حیث صرتَ لصائرُ. (۲۲)

ایک اور اعرابیہ اپنے متوفی بیٹے پر نوحہ کناں ہے۔

أبنیَّ غیّبک المحلُّ الملحدُ   إمّا بَعُدْتَ فإین من لایبعد
أنت الذی فی کل ممسی لیلة   تبلی وحزنک فی الحشایتجدّد (۲۳)

اصمعی کہتا ہے کہ میں بدوؤں کے قبرستان گیا میرے ساتھ میرا ایک اور دوست بھی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان لڑکی قبر کے پاس کھڑی تھی بالکل بت لگ رہی تھی انتہائی خوبصورت اور نیا لباس زیب تن کئے ہوئے زیورات ایسے کہ میں نے نہ دیکھے تھے اور وہ غمناک آہوں سے روئے جارہی تھی آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے تو میں نے اس عورت سے کہا: مجھے آپ بہت غمزدہ لگتی ہیں لیکن لباس موقع کے مناسب نہیں تو اس نے یہ اشعار کہے:

فإن تسألا نی فیم حزنیی فإننی   رهینةُ هذا القبر یا فتیان

وإنی لأستحییه والترب بیننا　　　كما كنت أستجیه حین یرانی
أهابک إجلالاً وإن كنت فیی الثری　　　مخافة یوم أن یسوء ک شاني

پھروہ زاروقطار رونے لگی اور یہ کہا!

یاصاحب القبر یامن كان ینعم بی　　　بالاً ویكثر مواساتی فی الدنیا
قد زُرت قبرک فی حلیً وفی حلل　　　كانی لست من أهل المصیبات
اردت آتیک فیما كنتُ أعرفه　　　أنه قد تسرّبه من بعض هیئاتی
فمن رآنی رأی عَبرَی مُولَّهةً　　　عجیبة الزیّ تبكی بین أموات (۲۴)

لیکن مرثیہ نگاری ہی صرف وہ صنف سخن نہیں جسے عورت نے اختیار کیا اس نے مختلف مواقع اور حالات کی تصویر کشی بھی کی۔ ادب کی کتابوں میں دوعورتوں کا ذکر ملتا ہے جو اپنے شوہروں سے تنگ تھیں ایک ہی جیسے حالات کا سامنا کررہی تھیں اس تنگی کا قصہ شعری شکل میں ادب واحترام اور صبر و وفا کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک کہتی ہے:

یا من یلذّذ نفسه بعذابی　　　ویری مقاربتی أشدّ عذابِ
مهما یلاقِ الصابرون فإنهم　　　یوتون أجرهم بغیرحسابِ
لو كنت من أهل الوفاء وفیت لی　　　ان الوفاء حلی أولی الألبابِ
هل لی الیک إساء ة جازیتها　　　إلالباسی حلّة الآداب

جبکہ دوسری نے زیادہ سخت رویہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بتایا کہ ان کے تعلقات میں جھوٹی محبت اور ریاء ہے وہ اسے بتاتی ہے:

من عذیری من بعل سوء یرانی　　　وأراه بأعین البغضاءِ
تتهادی منا الضمائر وحیاً　　　بقلی یستكنّ فی الأحشاء
فكلانا علی أسی البغض مبدٍ　　　كاذب الودّ من لسان ریاءِ
یا لقومی داءٌ عیاءٌ فإنّیی　　　لی اقتدارٌ بحملِ داءٍ عیاءِ (۲۵)

یہاں یہ مثالیں ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ عورت صرف مرثیہ گوئی تک محدود نہ تھی وہ تمام اصناف کو سمجھتی بھی تھی اور ذوق شاعری بھی رکھتی تھی اور موقع ومحل کے اعتبار سے اس کا استعمال بھی کرتی تھی۔ یحیٰ بن عبدالعزیز محمد بن الحکم اور وہ شافعی سے روایت کرتا ہے ایک بدو پہلی بیوی پر ایک نئی بیوی بیاہ لایا نئی بیوی جب پرانی بیوی کے دروازے سے گزری تو کہنے لگی:

وما یستوی الرِجلانِ رجلٌ صحیحةٌ　　　ورِجل رَمَی فیها الزّمانُ فَشلَّتِ

پھر کچھ دنوں بعد دوبارہ گزری اور اسے سنا کر کہنے لگی:

وما یستوی الثوبانِ ثوبٌ به البِلَی　　　وثوبٌ بأیدی البائعین جدید

یہ سن کر پہلے والی بیوی باہر نکلی اور کہنے لگی:

نَقِّل فؤادک حیث شئت من الھوی　　　ما الحبُّ الاّللحبیبِ الأوّلِ

کم منزلٍ فی الأرض یألفه الفتی　　　وحنینُه أبداً لِأوّلِ مَنزلِ

عورتوں میں شعر کا مناسب استعمال کرنا ان کے ذوق ادب پر دلالت کرتا ہے اس کے علاوہ ان میں اچھے اور برے اور شعر کی عمدگی کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ کئی مورخین نے ام جندب کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں علقمہ فحل اور امرؤالقیس کے تنازعہ کا ذکر ہے دونوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ بڑا شاعر ہے دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ امرؤالقیس کی بیوی کو جوام جندب طائیہ کے نام سے مشہور تھی' ثالث بنایا جائے' اس نے دونوں سے کہا کہ دونوں ایک ہی قافیہ ورديف میں شعر کہیں جس میں گھوڑے کی صفات بیان ہوں۔ چنانچہ دونوں نے شعر سنائے تو ام جندب نے فیصلہ علقمہ کے حق میں دے دیا کیونکہ امرؤالقیس نے اپنے شعر

فَلِلسَّوطِ ألھوبٌ وللساق درّة　　　وللزّجرمنه وقع أخرج مِنعَبُ

میں اپنے گھوڑے کو تھکا ہوا سست ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ اس وقت تک بھاگتا نہیں جب تک اسے ڈنڈے سے مارا نہیں جاتا' پاؤں سے چھیڑا نہیں جاتا اور چیخ و پکار نہیں کی جاتی۔ البتہ علقمہ کا گھوڑا چست ہے اس کو دوڑانے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ بغیر کوشش کے ہوا کی طرح دوڑتا ہے کیونکہ وہ یہ کہتا ہے:

فأَدرَکھُنّ ثانیاً من عِنانهِ　　　یَمُرُّ کَمَرِّ الرائحِ المُتَحَلِّبِ

اس فیصلے کے نتیجے میں امرؤالقیس نے اسے طلاق دے دی اور علقمہ نے اس سے شادی کر لی۔(۲۶)

اس ذوق کا اندازہ ابوالعباس المبرد کی اس روایت سے بھی لگایا جاسکتا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے قحذمی نے ایک بدوعورت کے بارے میں بتایا کہ اس کے چار بیٹے تھے اور کبھی کبھی اس کے چار بھائی آتے تو وہ ان سے بہت پیار سے پیش آتی کیونکہ وہ تعداد اور عمر میں اس کے بچوں جیسے تھے اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ چاروں اکٹھے طاعون یا کسی اور وجہ سے فوت ہو گئے۔ تو وہ چاروں بھائی اس خاتون سے ملنے سے احتراز کرنے لگے تاکہ انہیں مل کر اسے پھر اپنے بچے نہ یاد آ جائیں اور اسے افسوس نہ ہو کافی دنوں کے بعد وہ اسے ملنے چلے گئے اس نے جب انہیں دیکھا تو اس کے آنسو نکل آئے اس نے جریر کا شعر پڑھا:

لن یلبث القرناء أن یتفرّقوا　　　لیل یکرّ علیھم ونھار

ان میں سے ایک بیمار ہو کر وفات پا گیا چنانچہ باقی تین کافی عرصہ اس کے پاس نہ آئے پھر ایک دفعہ ملنے آئے تو اس نے شعر پڑھا:

کلُّ بَنِی أمّ وإن أکثرت　　　یوماً یصیرون إلی واحد

کچھ عرصہ بعد دوسرا بھائی بھی فوت ہو گیا اب وہ دونوں اس خاتون سے دور رہے ایک دفعہ اس کے پاس سے وہ

دونوں گزرے تو اس نے عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا:

وکل أخ مفارقه' أخوه　　　　لعمر أبيک إلا الفرقدان

تو ان میں سے تیسرا بھی مرگیا جب ایک باقی رہ گیا تو وہ اس سے کافی عرصہ تک بچتا رہا حتیٰ کہ ایک دفعہ اس کا گزر وہاں سے ہوا تو اس عورت نے اسے دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

والواحدالفرد کمن قد مضی　　　　لیس بمتروک ولاخالد

تو وہ کہنے لگا میری جان آپ پر قربان! آپ مجھے ختم کردیں میں اب دوبارہ واپس نہ آسکوں گا۔(۲۷)

جوں جوں فتوحات اسلام کا دائرہ وسیع ہوا عجمیوں کا عربوں سے اختلاط بڑھا خصوصاً بنوعباس کے دور میں شعراء کی کثرت ہوئی آسودگی اور عیش وعشرت کا دور دورہ ہوا ہر گلی اور ہر محلے میں کئی کئی شاعر اور شاعرات پائے گئے خاص طور پر اہل ثروت اور دربار سے تعلق رکھنے والے لوگ شعر کا ذوق رکھتے حتیٰ کہ ان لوگوں کی لونڈیاں شعر گوئی کا ذوق رکھتیں اور شعر کہتی تھیں۔ مثال کے طور پر ابن یحیٰ بن خاقان جو متوکل کا وزیر تھا اس کی لونڈی' ابن رجاء کاتب کی لونڈی' معتمد کا جنگ میں ساتھی ابوالمعتز' اس کی لونڈی اور دیگر کئی خواتین کا ذکر ادب کی کتب کثرت سے کرتی ہیں لیکن ان کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔

عرب خواتین اور شعری ادب کے بارے میں انیسہ بنت سعید شرتونی لبنانی ادیبہ کہتی ہے۔

''عورت کے لئے مردوں کے ساتھ مسابقت جن میدانوں میں مناسب ہے وہ تحریر' شعر اور دیگر ایسے لطیف و نفیس کام ہیں جن میں اسے سخت کام نہیں کرنا پڑا۔ اور سچ یہ ہے کہ بہت ساری میری ہم جنس ایسی ہیں جنہوں نے ادب میں نمایاں کردار ادا کیا' مثال کے طور پر خنساء' اس کی بیٹی عمرۃ' جلیلہ بنت مرہ' عمرہ بنت درید' فاطمہ خزاعیہ' لبانہ مفضلہ فزاریہ' میہ بنت ضرار' میہ بنت عتبہ' اسماء بنت ابی بکر' علیہ بنت مہدی اور عائشہ باعونیہ اور بہت سارے نام ہیں''۔(۲۸)

بحتری نے اپنے مجموعہ شعر ''حماسہ'' کا آخری باب عربی عورت کے شعر کیلئے مختص کیا ہے اس میں اس نے خواتین کے کہے ہوئے مرثیوں کو اکٹھا کر دیا ہے یہ مشہور شاعرات کے مرثیے ہیں اور ایسے مرثیے بھی اکٹھے کئے ہیں جو غیر معروف شاعرات کے ہیں لیکن اپنی عمدگی کے لحاظ سے کم نہیں۔ لیکن طلبہ علم اور محققین ان سے واقف نہیں۔ یہ سب شاعرات اپنے بھائیوں' بیٹوں اور شوہروں کا مرثیہ کہتی ہیں سوائے لیلی اخیلیہ کے جس نے اپنے ساتھی توبہ کے مرثیے کہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین، لسان العرب دار صادر بیروت ۱۳/ ۳۳۳ (عربی) ۲۔سورہ الانعام:۶

۳۔سید قطب۔ فی ظلال القرآن ۶/ ۱۰۳۷، دار الشروق، بیروت طبع دھم (عربی) ۴۔سورہ الانعام:۶

۵۔مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن ۱/ ۵۲۵، ادارہ ترجمان القرآن لاہور طبع پنجم (اُردو)

۶۔طٰہٰ :۵۱ ۷۔المومنون: ۴۲

۸۔ابوالسعود، محمد بن محمد، تفسیر ابی السعود ۳/ ۱۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت (عربی)

۹۔لسان العرب، مادہ قرن، ۱۳/ ۳۳۴

۱۰۔فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط :۶/ ۲۵۷، دار الفکر بیروت ۱۹۷۸ء (عربی)

۱۱۔ابن حجر شہاب الدین ابوالفضل، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ : ۴/ ۹۳، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت (عربی)

۱۲۔عمر فروخ، تاریخ الادب العربی: ۱/ ۴۴، دار العلم للملایین، بیروت طبع اول (عربی)

۱۳۔الزّیات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی ص ۱۶، لاہور (عربی) ۱۴۔ایضاً ص ۱۷

۱۵۔ A-J Arberry, Arabic Poetry P:1, Cambridge University Press 1965

۱۶۔الرافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب: ۳/ ۲۷ دار الکتاب العربی بیروت طبع دوم (عربی)

۱۷۔الجاحظ، ابوعثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیین، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۶۸ء: ۴/ ۸۳ (عربی)

۱۸۔الرافعی، تاریخ آداب العرب: ۳/ ۶۴ ۱۹۔کتاب الامالی ۱/ ۱۲۷۔۱۲۸ تاریخ آداب العرب ۳/ ۶۸

۲۰۔عمر رضا کحالہ، اعلام النساء ۱/ ۳۶۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۷۷ء (عربی)

۲۱۔محمد عبدالاحد، عربی ادب کی تاریخ: ۱/ ۱۰۹، ۱۱۰، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۹۰۹ء (اردو)

۲۲۔ابن عبدربہ، احمد بن محمد، العقد الفرید: ۳/ ۱۸۵، مکتبہ المعارف، ریاض (عربی)

۲۳۔ایضاً ۳/ ۱۸۷ ۲۴۔العقد الفرید ۳/ ۲۰۵، ۲۰۶

۲۵۔جورج غریب، شاعرات العرب فی الاسلام، ص ۱۸۴۔۱۸۶

۲۶۔طٰہٰ ابراہیم، تاریخ النقد الأدبی، ص ۲۱

۲۷۔المبرد، ابوالعباس محمد بن یزید، التعازی والمراثی، ص ۲، ۳، ۷۔ تحقیق ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۸۴ء

۲۸۔اعلام النساء: ص ۱/ ۱۰۰۔۱۰۳